

مایوسیایا ہی گناہوں کے کرنے اور زندگی کی ناکامیوں کی بسا اوقات وجہ بنتی ہیں۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نیچے آجائے، مایوسیایا اور ناکامیاں اس سے دُور بھاگتی ہیں۔

قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی وسیع اور بے انتہا مغفرت اور رحمت کا تذکرہ

بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع تر ہے۔ بیشک رمضان میں نیکیوں کے کئی گنا ثواب ہیں۔ بیشک رمضان رحمت اور مغفرت کے حصول اور جہنم سے دُوری کا ذریعہ ہے لیکن ان باتوں سے مستقل فائدہ وہی اٹھانے والے ہوتے ہیں جو ایک لگن کے ساتھ اس کے حصول کی کوشش کریں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے گناہوں سے سچی توبہ کے لئے لازمی شرائط کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ کی بخشش سے حقیقی فیض اگر اٹھانا ہے، اُس کے انعاموں کا وارث بننا ہے، اپنی دعاؤں کی قبولیت کو دیکھنا ہے تو پھر اپنی حالتوں کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت ہے

مکرم محمد امتیاز احمد صاحب ابن مکرم مشتاق احمد صاحب طاہر آف نوابشاہ کی شہادت۔ مکرم نصیر احمد انجم صاحب استاد جامعہ احمدیہ ربوہ اور مکرم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کی وفات۔ مرحومین کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز  
فرمودہ مورخہ 18 جولائی 2014ء بمطابق 18 و فاقہ 1393 ہجری شمسی  
بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ  
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ - إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ -  
إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ - صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ -

قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا۔ وَاَنْبِئُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلَمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيْكُمْ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُوْنَ۔ (الزمر: 54-55)

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ تو کہہ دے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقیناً اللہ تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے یقیناً وہی بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اور اپنی رب کی طرف جھکوا اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ پیشتر اس کے کہ تم تک عذاب آجائے پھر تم کوئی مدد نہیں دیئے جاؤ گے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں مختلف مضامین کے حوالے سے مختلف بندوں کو یہ امید دلائی ہے کہ وہ بے انتہا بخشنے والا اور اپنے بندوں پر بے انتہا رحم کرنے والا ہے۔ یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں اس کی پہلی آیت میں یہی مضمون بیان ہوا ہے اور اس میں ہر اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کا، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش سے فیض پانے کا ایک خوبصورت پیغام ہے جو گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی سزا سے خوفزدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندو! میری رحمت سے مایوس نہ ہو۔ میں مالک ہوں، میں طاقت رکھتا ہوں کہ تمہارے گناہ بخش دوں اور تمہیں اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لوں۔ پس کیا خوبصورت پیغام ہے جو امیدوں کو بڑھاتا ہے اور مایوسیوں کا خاتمہ کرتا ہے۔ یہی پیغام ہے جو انسانوں کو کہہ رہا ہے کہ مایوسی گناہ ہے۔ یہی پیغام ہے جو ہمیں کمزوریوں سے بھی بچانے کی طرف لے جانے والا ہے اور زندگی کی ناکامیوں سے بھی دُور رکھنے والا ہے۔ کیونکہ مایوسیاں ہی بسا اوقات گناہوں کے کرنے اور زندگی کی ناکامیوں کی وجہ بنتی ہیں۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نیچے آجائے، مایوسیاں اور ناکامیاں اس سے دُور بھاگتی ہیں۔ یہی پیغام ہے جو ہمیں خدا تعالیٰ کے حکموں پر چلنے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کے راستے دکھا رہا ہے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے چلے جانے والے بن کر اس کی رحمتوں سے فیض پاتے چلے جائیں۔ پس یہ پیغام تمام بھٹکے ہوؤں کے لئے روشن راستہ ہے۔ یہ پیغام تمام روحانی مُردوں کے لئے زندگی کا پیغام ہے یہ پیغام شیطان کے پنجے میں جکڑے ہوؤں کے لئے آزادی کی نوید ہے۔ کیا ہی پیارا ہمارا خدا ہے جو ہم پر اپنے پیار کی اس طرح نظر ڈالتا ہے جو بار بار اپنے ماننے والوں کو کہتا ہے کہ وَلَا تَيْسُّوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (یوسف: 88)۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو کیونکہ لَا يَأْتِيْسُّ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (یوسف: 88)۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافروں کے سوا کوئی ناامید نہیں ہوتا۔

پس اگر ایمان کا دعویٰ ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی ہر وقت امید رکھو۔ تم اپنی بشری کمزوریوں کی وجہ سے بعض برائیوں میں مبتلا ہو گئے ہو لیکن بھٹکے ہوؤں میں تو نہیں ہو، گمراہوں میں تو نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس تو صرف بھٹکے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ لوگ ہیں جن کو خدا تعالیٰ پر یقین نہیں ہے، خدا تعالیٰ کی رحمانیت پر یقین نہیں ہے۔ یہ مایوسی بھٹکے ہوؤں کا شیوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ (الحجر: 57) اور گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون نا امید ہوتا ہے۔ پس یقیناً پریشان حالوں اور اپنی حالتوں کی وجہ سے بے چین لوگوں کے لئے اس سے بڑھ کر ہمدردی اور تسکین قلب کا اور کوئی پیغام نہیں ہو سکتا۔

پھر ہمارا خدا ہماری تسکین کے لئے ہمیں یہ بھی کہتا ہے کہ وہ تمہارے برے اعمال کی وجہ سے تمہیں فوری پکڑ کر سزا نہیں دیتا بلکہ وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ (الکہف: 59)۔ کہ اور تمہارا خدا بہت ہی بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے کیونکہ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام: 55)۔ کہ تمہارے رب نے اپنے آپ پر تمہارے لئے رحمت کو فرض کر لیا ہے۔ پس تمہارے جہالت سے کئے گئے گناہوں کو وہ معاف کرتا ہے۔ پس اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرو۔ اگر اصلاح کرتے ہوئے اس کی رحمت پر نظر ہوگی تو وہ غفور الرحیم ہے۔ بہت بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

اور صرف یہی نہیں کہ صرف وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے بلکہ فرماتا ہے وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف: 157)۔ کہ اور میری رحمت ہر چیز کو حاوی ہے۔ یہاں بات تو مومنوں سے بھی آگے نکل جاتی ہے۔ صرف مومنوں کی بات نہیں ہو رہی۔ یہ رحمت تو کافروں کو بھی پہنچتی ہے اور مومنوں پر تو پھر یہ فرض ہو گئی۔ وہ تمام گناہوں کو معاف کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ مالک ہے۔ اس کو معاف کرنے کے لئے کسی پابندی کی یا کسی شرط کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن کیا ایسے رحیم اور پیار کرنے والے خدا کے رحم اور پیار کا تقاضا نہیں کہ ہم اس کے کہنے پر چل کر اس کے حکموں پر عمل کر کے اس سے محبت کو بڑھائیں، اس کے اور قریب ہوں اور اپنے گناہوں اور اپنی کمزوریوں کو ختم کرنے کی حتی القدر کوشش کریں۔

یہ ساری باتیں جو میں نے قرآن کریم کے حوالے سے کی ہیں اور اسی طرح جو احادیث ہم تک آئیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہنچتی ہیں یہ سب ہمیں یہی بتاتی ہیں کہ کوئی بھی شخص ناقابل اصلاح نہیں ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی شخص کی اصلاح نہ ہو سکے۔ ہر ایک کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ہر ایک اللہ تعالیٰ کی عمومی رحمت سے جو ہر ایک

کے لئے پھیلی ہوئی ہے اس کی رحمت کو اس سے بڑھ کر زیادہ بھی حاصل کرنے والا بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے دل میں اور پھر عملی طور پر پاک تبدیلیاں لانے کی کوشش کرے۔

گزشتہ دنوں ڈنمارک کے ایک مذہبی اخبار میں ایک خاتون نے مضمون لکھا اور قرآن کریم کے بارے میں لکھا کہ اس میں بار بار سزا اور عذاب کا ذکر ہے اور محبت کا لفظ تو کہیں استعمال ہی نہیں ہوا یا ایک دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ اور یہ کہنا کہ خدا پر ایمان ایک انسان کو اپنی مرضی اور آزادی اور خدا تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ہے یہ کسی طرح بھی کم از کم مسلمانوں کے لئے درست نہیں ہو سکتا۔ بعض آیات بغیر سیاق و سباق کے لکھ کر یا غلط طور پر بیان کر کے اور اپنی طرف سے استنباط کر کے اسلام کے خدا کو صرف سزا دینے میں جلد باز اور سخت پکڑ والا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ بہر حال اس کا جواب تو وہاں کی جماعت دے رہی ہے لیکن یہ جو چند حوالے ہمیں نے پیش کئے ہیں وہ جہاں مومنین کو امید افزاء پیغام دیتے ہیں وہاں اس جیسے مضمون نگاروں کو اور اسلام دشمنوں کو جو اسلام کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں اور اسلام اور قرآن سے بغض رکھتے ہیں ان کو جواب بھی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو مالک ہے، بخشتا ہے۔ یہ ایسی صفت ہے جو تمام صفات پر حاوی ہے۔ معاف بھی کرتا ہے رحم بھی کرتا ہے۔ یہ بھی اس کا رحم ہے کہ انسانوں کی بے انتہا بد اعتدالیوں اور ظلموں کے باوجود انہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ ہاں یہ بیشک ہے کہ ان ظلموں اور حد سے زیادہ گناہوں میں پڑنے کی وجہ سے اور پھر اس ضد پر قائم رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تمہیں سزا ملے گی۔ مسلسل گناہ اور ظلم کرتے چلے جاؤ اور کسی طرح باز نہ آؤ تو پھر سزا ملے یہ تو قانون قدرت ہے بلکہ دنیا کا بھی قانون ہے۔ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ اتنا رحمان ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب دوزخ خالی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسی وسیع اور لا انتہا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور بخشش کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر تم لوگ پھر میری رحمت اور بخشش سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو تمہارے لئے گناہوں اور ظلموں کی پھر سزا بھی ہے لیکن یہ میری رحمت ہے اور میری بخشش ہے جو تمہیں بار بار توجہ دلا رہی ہے کہ ان سے بچو۔ اس سے پہلے اپنے آپ کو محفوظ کر لو کہ کوئی عذاب تمہیں گھیرے۔ حد سے زیادہ ظلموں کی وجہ سے تم میری پکڑ میں نہ آ جانا۔ پس بچنے کی کوشش کرو۔ اب جو اس پر بھی اعتراض کرتے ہیں اس پر سوائے ان کی عقل کو اندھا اور بغض و عناد میں بھرے ہوئے ہونے کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اپنے ملکوں کے قانون جو بناتے ہیں اس میں تو یہ جرموں کی سزا دینا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑنے والوں اور ظلموں اور زیادتیوں میں بڑھنے والوں کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کیوں یہ

کہتا ہے کہ میں سزا دوں گا، میں عذاب دوں گا۔

اسلام کا خدا کتنا بخشنہا رہے اس کی وضاحت اس روایت سے ہوتی ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کئے تھے۔ اب یہ مثالیں اس لئے دی جا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے متعلق بھی بتایا جائے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ فرمایا کہ اس نے ننانوے قتل کئے تھے پھر وہ توبہ کے متعلق پوچھنے کے لئے نکلا۔ ایک راہب کے پاس آ کر اس نے پوچھا کہ اب توبہ ہو سکتی ہے۔ اس راہب نے کہا: نہیں اب کوئی رستہ نہیں۔ اس نے اس کو بھی قتل کر دیا۔ وہ مسلسل اس کے بارے میں پوچھتا رہا کہ کیا توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں تو اسے ایک شخص نے کہا کہ فلاں بستی میں جاؤ۔ جب وہ جا رہا تھا تو اس کو راستے میں موت آ گئی۔ اس نے اپنے سینے کو اس بستی کی طرف کر دیا۔ جب مر کے گرا تو اس طرف گرا۔ رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے آ گئے۔ اس کے متعلق جھگڑنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو جس میں وہ جا رہا تھا حکم دیا کہ اس کے قریب ہو جا اور جس بستی سے وہ دُور جا رہا تھا اسے حکم دیا کہ اس سے دُور ہو جا۔ پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ ان دونوں بستیوں کے درمیان فاصلہ کی پیمائش کرو تو وہ اس بستی سے جس کی طرف وہ گناہ بخشوانے کے لئے جا رہا تھا ایک بالشت قریب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر اسے بخش دیا۔ (صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء باب 52/54 حدیث نمبر: 3470)

پس یہ ہے اسلام کا خدا جو عذاب کے بجائے بخشنے کو پسند کرتا ہے جس کی رحمت وسیع تر ہے۔

پھر ایک اور حدیث ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے رب عزوجل کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو مجھ سے دعا نہیں کرتا اور مجھ سے امید بھی وابستہ کرتا ہے۔ پس میں اس شرط کے ساتھ کہ تو شرک نہ کرے تجھے تیری خطائیں بخش دوں گا اگرچہ تیری خطائیں زمین کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ میں تجھے اپنی زمین بھر مغفرت کے ساتھ ملوں گا۔ اور اگر تو نے آسمان کی انتہاؤں تک غلطیاں کی ہوں اور پھر تو مجھ سے میری بخشش طلب کرے تو میں تجھے وہ بھی بخش دوں گا اور میں ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں کروں گا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 208 مسند ابو ذر الغفاری حدیث 21837 عالم الکتب بیروت 1998ء)

یہ ہے اللہ تعالیٰ جو اسلام کا خدا ہے، جو بخشنے والا ہے اور ہم مومنوں پر اللہ تعالیٰ کے کتنے بڑے احسان ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر سال رمضان میں اس کی بخشش کے دروازے مزید کھلتے ہیں۔

رمضان میں اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت کے بارے میں ایک روایت یوں بیان ہوئی ہے۔ نضر بن شیبان کہتے ہیں کہ میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے کہا آپ مجھے کوئی ایسی بات بتائیے جو آپ نے اپنے والد سے سنی ہو اور انہوں نے ماہ رمضان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی ہو۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے کہا: ہاں۔ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے رمضان کے روزے رکھنا تم پر فرض کیا ہے اور میں نے تمہارے لئے اس کا قیام جاری کر دیا ہے پس جو کوئی ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے اس میں روزے رکھے وہ گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو۔ نوزایدہ بچے کی طرح ہو جاتا ہے۔

(سنن النسائی کتاب الصیام باب ذکر اختلاف یحییٰ بن ابی کثیر والنضر بن شیبان فیہ حدیث 2210)

پس ہمیں اس سے غرض نہیں کہ جاہلوں کو اسلام کا خدا کیسا نظر آتا ہے۔ ہمیں تو یہ پتا ہے کہ ہمارا خدا ہمارے ماں باپ سے بھی بڑھ کر ہمیں پیار کرنے والا اور بخشنے والا ہے اور ہماری طرف دوڑ کر آنے والا خدا ہے تا کہ اپنے بندوں کے گناہ بخشنے۔

پھر رمضان کے حوالے سے ایک اور حدیث ہے جس میں رمضان کی برکات کا ذکر کیا گیا ہے۔ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شعبان کے آخری روز مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! تم پر ایک عظیم اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے رکھنے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں کو قیام کرنے کو نفل ٹھہرایا ہے۔ هُوَ شَهْرٌ أَوْلُهُ رَحْمَةٌ وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَأَخْرُهُ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ۔ کہ وہ ایک ایسا مہینہ ہے جس کا ابتدائی عشرہ رحمت ہے اور درمیانی عشرہ مغفرت کا موجب ہے اور آخری عشرہ جہنم سے نجات دلانے والا ہے۔ اور جس نے اس میں کسی روزے دار کو سیر کیا اسے اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا مشروب پلائے گا کہ اسے جنت میں داخل ہونے سے پہلے کبھی پیاس نہ لگے گی۔

(شعب الایمان للبیہقی جلد 5 صفحہ 223 کتاب الصیام باب فضائل شہر رمضان حدیث نمبر 3336)۔

یعنی یہ مغفرت ایسی ہے کہ اگر رمضان کا حق ادا کرتے ہوئے روزے رکھے جائیں اور نوافل ادا کئے جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے تو پچھلے گناہ بھی بخشے جاتے ہیں اور آئندہ گناہ نہ کرنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ ہمارے لئے قدم قدم پر ایسے سامان پیدا فرما رہا ہے جو جنت میں لے جانے والے ہیں۔ آجکل ہم رمضان سے گزر رہے ہیں اور دوسرے عشرہ کا بھی اختتام ہو رہا ہے۔ کل پرسوں تیسرا عشرہ شروع ہونے والا ہے۔ اور یہ عشرہ تو جیسا کہ حدیث میں بھی ہے اس لحاظ سے بھی برکتیں لئے ہوئے ہے کہ اس میں ایک ایسی رات ہے جو لیلۃ القدر ہے جو دعاؤں کی قبولیت اور بندے کو خدا کے قریب تر کرنے کے جلوے دکھانے اور دیکھنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ پس اس عشرہ میں ہمیں اپنی دعاؤں اور اپنی عبادتوں کے لئے خاص اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔ جو کچھ اس میں حاصل کریں پھر اس کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی بھی خاص ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت سے فیض پاتے چلے جانے کے لئے خاص طور پر ان دنوں میں اپنی حالتوں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے اور اس کا حق ادا کرنے کی ضرورت ہے جو رمضان کا حق ہے اور خاص طور پر اس آخری عشرہ کا حق ہے۔ اپنی برائیوں کو دور کرنے کے لئے، آئندہ گناہوں سے بچنے کے لئے، جہنم سے مستقل نجات پانے کے لئے ایک کوشش کی ضرورت ہے۔ ہر کام کے لئے ایک کوشش کرنی پڑتی ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ کوئی کام بغیر کوشش کے ہو جائے۔ یہ تو عام اصول ہے اور ایک حقیقی مومن سے اس بات کی توقع کی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی خوشخبریوں، اللہ تعالیٰ کے پیغاموں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیئے گئے امید افزاء پیغاموں کو سرسری نظر سے نہ دیکھے بلکہ جب سنے تو ان کا حصہ بننے کی ایک تڑپ دل میں پیدا ہو۔ اور یہ تڑپ تبھی فائدہ مند ہوگی جب اس کے حصول کے لئے عملی قدم بھی اٹھائے۔ اور عملی قدم وہی پھل لانے والے ہوتے ہیں، وہی کامیابی کی طرف لے جاتے ہیں جو ان اصولوں کے مطابق اور اس طریق پر چلتے ہوئے اٹھائے جائیں جو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بنائے گئے ہوں۔ پس بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع تر ہے۔ بیشک رمضان میں نیکیوں کے کئی گنا ثواب ہیں۔ بیشک رمضان رحمت اور مغفرت کے حصول اور جہنم سے دُوری کا ذریعہ ہے لیکن ان باتوں سے مستقل فائدہ وہی اٹھانے والے ہوتے ہیں جو ایک لگن کے ساتھ اس کے حصول کی کوشش کریں۔ پس ہم میں سے خوش قسمت ہیں وہ لوگ یا ہم میں سے خوش قسمت وہ لوگ ہوں گے جو اس رمضان کو رحمت اور بخشش کے حاصل کرنے اور جہنم سے نجات کا ذریعہ بنالیں گے۔ اور وہ ان کمزوریوں کو ختم کرنے والے ہوں، اپنے گناہوں سے ہمیشہ کے لئے بچنے والے ہوں۔ یہ رمضان ہمارے لئے وہ سنگ میل بن جائے جو ہمیشہ برائیوں سے دور رکھنے والا اور ہمیشہ نیکیوں کی طرف لے جانے والا بن جائے۔ برائیوں سے نفرت ہمارے دلوں میں ایسی پیدا ہو جائے جو کبھی دوبارہ ہمیں ان برائیوں کی طرف مائل کرنے والی نہ ہو۔ سچی توبہ کی طرف

ہماری توجہ ہو اور ایسی توبہ ہو جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بناتی چلی جائے۔

ان باتوں کا حصول کس طرح ہو سکتا ہے یا ایسی سچی توبہ کس طرح ہو سکتی ہے جو ہمیشہ گناہوں سے دور رکھے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”توبہ دراصل حصول اخلاق کے لئے بڑی محرک اور مؤید چیز ہے“ (اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ کردار کا مالک بنا ہے، اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا ہے تو توبہ ہی ہے جو اس کے کام آتی ہے۔ اسی کی وجہ سے آدمی ترقی کرتا ہے۔ یہی چیز ہے جو مددگار بنتی ہے۔ فرمایا) ”اور انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔ یعنی جو شخص اپنے اخلاق سیئہ کی تبدیلی چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ سچے دل اور پکے ارادے کے ساتھ توبہ کرے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ توبہ کے تین شرائط ہیں۔“ (صرف توبہ کرنے سے توبہ نہیں ہو جاتی۔) ”بدوں ان کی تکمیل کے سچی توبہ جسے توبۃ النصوح کہتے ہیں حاصل نہیں ہوتی“۔ اور وہ شرائط کیا ہیں۔ فرمایا: ”ان ہر سہ شرائط میں سے پہلی شرط جسے عربی زبان میں اِقْلَاع کہتے ہیں۔ یعنی ان خیالات فاسدہ کو دور کر دیا جاوے جو ان خصائل رذیہ کے محرک ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ تصورات کا بڑا بھاری اثر پڑتا ہے کیونکہ حیثہ عمل میں آنے سے پیشتر ہر ایک فعل ایک تصویری صورت رکھتا ہے۔ پس توبہ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ ان خیالات فاسدہ و تصورات بد کو چھوڑ دے۔ مثلاً اگر ایک شخص کسی عورت سے کوئی ناجائز تعلق رکھتا ہو تو اسے توبہ کرنے کے لئے پہلے ضروری ہے کہ اس کی شکل کو بد صورت قرار دے اور اس کی تمام خصائل رذیلہ کو اپنے دل میں متحضر کرے کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے تصورات کا اثر بہت زبردست اثر ہے اور میں نے صوفیوں کے تذکروں میں پڑھا ہے کہ انہوں نے تصور کو یہاں تک پہنچایا کہ انسان کو بندریا خنزیر کی صورت میں دیکھا۔ غرض یہ ہے کہ جیسا کوئی تصور کرتا ہے ویسا ہی رنگ چڑھ جاتا ہے۔ پس جو خیالات بد لذات کا موجب سمجھے جاتے تھے ان کا قلع قمع کرے۔ یہ پہلی شرط ہے۔

دوسری شرط ندم ہے یعنی پشیمانی اور ندامت ظاہر کرنا۔ ہر ایک انسان کا کائنات اپنے اندر یہ قوت رکھتا ہے کہ وہ اس کو ہر برائی پر متنہ کرتا ہے مگر بد بخت انسان اس کو معطل چھوڑ دیتا ہے۔ پس گناہ اور بدی کے ارتکاب پر پشیمانی ظاہر کرے اور یہ خیال کرے کہ یہ لذات عارضی اور چند روزہ ہیں اور پھر یہ بھی سوچے کہ ہر مرتبہ اس لذت اور حظ میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بڑھاپے میں آ کر جبکہ قوی بیکار اور کمزور ہو جائیں گے آخر ان سب لذات دنیا کو چھوڑنا ہوگا۔ پس جبکہ خود زندگی ہی میں یہ سب لذات چھوٹ جانے والی ہیں تو پھر ان کے ارتکاب سے کیا حاصل؟ بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ انسان جو توبہ کی طرف رجوع کرے اور جس میں اول اِقْلَاع



کا خیال پیدا ہو یعنی خیالات فاسدہ و تصورات بیہودہ کا قلع قمع کرے۔ جب یہ نجاست اور ناپاکی نکل جاوے تو پھر نادم ہو اور اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

تیسری شرط عزم ہے۔ یعنی آئندہ کے لئے مصمم ارادہ کر لے کہ پھر ان برائیوں کی طرف رجوع نہ کرے گا۔ اور جب وہ مداومت کرے گا تو خدا تعالیٰ اسے سچی توبہ کی توفیق عطا کرے گا یہاں تک کہ وہ سیئات اس سے قطعاً نکل ہو کر اخلاق حسنہ اور افعال حمیدہ اس کی جگہ لے لیں گے اور یہ فتح ہے اخلاق پر۔ اس پر قوت اور طاقت بخشنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے کیونکہ تمام طاقتوں اور قوتوں کا مالک وہی ہے۔ جیسے فرمایا اِنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا (البقرة: 166)۔ ساری قوتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور انسان ضعیف البنیان تو کمزور ہستی ہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيفًا (النساء: 29) اس کی حقیقت ہے۔ پس خدا تعالیٰ سے قوت پانے کے لئے مندرجہ بالا ہر سہ اشیاء کو کامل کر کے انسان کسل اور سستی کو چھوڑ دے اور ہمہ تن مستعد ہو کر خدا تعالیٰ سے دعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ تبدیلی اخلاق کر دے گا۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 138 تا 140۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن)

پس یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ ان لوگوں کو بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں برائی سے بچنے کے لئے دعا کی لیکن یہ برائی دور نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں نہیں سنیں۔ بعض ماں باپ پریشان ہوتے ہیں کہ بچوں میں یا بعض نوجوانوں میں غلط عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور کہتے ہیں ہم نے کوشش کی۔ یہ دعا بھی کی، سنی نہیں گئی۔ تو یہ چیز غلط ہے۔ اس کو میں آسان رنگ میں دوبارہ سمجھا دیتا ہوں۔ دعا کی قبولیت کے لئے بھی کچھ لوازمات ہیں ان کو پورا کرنا ضروری ہے۔ چار دن دعا کر کے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے دعا نہیں سنی یہ ویسے ہی اپنی نااہلی کو خدا تعالیٰ پر ڈالنے والی بات ہے۔

بہر حال اس وقت میں حضرت مسیح موعودؑ کے اس اقتباس کے حوالے سے جو میں نے پڑھا ہے، یہی بتانا چاہتا ہوں کہ برائی سے کس طرح رکنا چاہئے اور توبہ کا حصول کس طرح ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ توبہ کرنے اور برائیوں سے بچنے کے لئے کچھ ضروری باتیں ہیں کچھ عمل ہیں کچھ محنت ہے کچھ طریقے ہیں جن پر عمل کرنا ہوگا۔ ان کو کریں گے تو بھی نتیجہ حاصل ہوگا اور برائیوں سے بچنے کے لئے دعا بھی تبھی قبول ہوگی جب کچھ عملی اقدام بھی اٹھائیں گے۔ عملی قدم کچھ نہ اٹھانا اور صرف سرسری دعا کر کے کہہ دینا کہ خدا تعالیٰ نے قبول نہیں کی اس لئے شاید یہی مرضی ہے کہ میں گناہگار رہی رہوں تو یہ غلط ہے۔ برے اعمال اور اخلاق کو

اگر بہتر کرنا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تین باتیں پہلے خود انسان کرے پھر دعا کرے تو یہ دعا مددگار ہوتی ہے اور برائیاں پھر چھوٹ جاتی ہیں۔ اور سچی توبہ کے لئے جیسا کہ میں نے حوالے میں پڑھا، آپ نے فرمایا کہ پہلی بات یہ ہے کہ گندے اور برے خیالات سے اپنے دماغ کو پہلے صاف کرو۔ کسی بھی برائی کی لذت کا تصور پہلے دماغ میں پیدا ہوتا ہے تب انسان اس برائی کو کرتا ہے۔ اگر دماغ میں برائی کا یا اس کی اچھائی کا یا لذت کا تصور پیدا نہ ہو اور کراہت ہو تو کبھی وہ برائی کرتا ہی نہیں۔ اور پہلے کسی بھی برائی کی لذت کا تصور پیدا ہوتا ہے، احساس پیدا ہوتا ہے پھر انسان اس برائی کی طرف راغب ہوتا ہے۔ پس پہلا عملی قدم جو انسان کو برائیوں سے بچنے کے لئے اٹھانا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے ذہن کو گندے تصورات یا عارضی لذات کے تصور سے پاک کرے۔ اس کی مثال آپ نے یہ دی کہ جس طرح مثلاً کسی عورت سے ناجائز تعلقات ہوتے ہیں۔ دوستیاں قائم ہو جاتی ہیں تو ایسی عورت کا اچھا تصور دماغ میں قائم کرنے کے بجائے بد صورت تصور قائم کرو۔ بجائے یہ دیکھو کہ اس میں خوبصورتی کیا ہے اور کیا کچھ خوبیاں ہیں اس کا بد صورت ترین تصور جو قائم کر سکتے ہو وہ قائم کرو۔ اس کے جو برے خصائل ہیں جو اس کی برائیاں ہیں ان کو سامنے لاؤ اور ایک ایسی شکل تصور میں قائم کرو جو سخت قسم کی مکروہ اور کرہہ شکل ہو تو تبھی اس برائی سے تم دور ہو سکو گے۔ پھر دوسری شرط یہ بتائی کہ اپنے نیک کانشنس کو بیدار کرو اور سوچو کہ میں کن برائیوں میں مبتلا ہو رہا ہوں۔ اپنے حالات پر پشیمانی اور شرمندگی کا احساس دل میں پیدا کرو۔ اگر یہ حالت ہوگی تو پھر ہی برائی سے بچ سکو گے۔ پھر فرمایا تیسری بات یہ ہے کہ ایک پکا اور مصمم ارادہ ہو کہ میں نے اب اس برائی کے قریب بھی نہیں جانا۔ اور جب اس ارادے پر قائم رہنے کی ہر وقت کوشش کر رہے ہو گے تو پھر خدا تعالیٰ سچی توبہ کی توفیق دیتا ہے اور برائیوں سے بچنے کے لئے کی گئی دعاؤں کو بھی پھر سنتا ہے۔ دعاؤں کے قبول ہونے سے پہلے یہ عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ صبح سے شام تک اور رات سے صبح تک غلط کاموں اور برائیوں میں ملوث رہے اور ایک وقت یا کسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کر لی کہ مجھے اس برائی سے بچالے۔ یہ عمل ظاہر کر رہا ہے کہ دعا سنجیدگی سے نہیں کی گئی۔ وہ نیک فطرت جو کانشنس ہے جو اندر چھپا ہوا ہے اس نے کسی وقت یہ کچھ لگا دیا کہ تمہاری یہ کیا حالت ہے کہ برائیوں میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اس عارضی احساس سے دعا کی طرف وقتی توجہ پیدا ہو جائے اور پھر جب برائی کو سامنے دیکھے تو اس کی چاہت اس عارضی احساس کو ختم کر دے، ندامت پر حاوی ہو جائے۔ ایسی حالت تو نہ برائیوں سے مستقل بچاتی ہے نہ دعا کا حق ادا کرنے والی بناتی ہے بلکہ یہ تو دعا کے ساتھ بھی مذاق ہے اور خدا تعالیٰ کو پابند کرنے کی کوشش ہے۔ خدا تعالیٰ کسی بندے کا پابند نہیں ہے۔ پس ایسے

لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش سے حقیقی فیض اگر اٹھانا ہے، اس کے انعاموں کا وارث بننا ہے، اپنی دعاؤں کی قبولیت کو دیکھنا ہے تو پھر اپنی حالتوں کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ایسا مہربان ہے کہ ہر وقت اس کی رحمت کی چادر اپنے بندوں کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لئے تیار ہے۔ کیا یہ بات ہم سے اس بات کا تقاضا نہیں کرتی کہ ہم خود بھی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حکموں پر چل کر اس کی بخشش اور رحمت کو حاصل کرنے والے بنیں۔ ہم اس رحمت کو حاصل کرنے والے بنیں جو حقیقی مومنوں کو حاصل ہوتی ہے، جو اس کے پیاروں کو حاصل ہوتی ہے۔ ان باتوں سے بچیں جو باوجود اس کی وسیع رحمت کے سزا کا مورد بنا دیتی ہے۔ ہماری توبہ سچی توبہ ہو اور ہم ہمیشہ اس کے آگے جھکے رہنے والے ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”اپنے اعمال کو صاف کرو اور خدا تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرو اور غفلت نہ کرو۔ جس طرح بھاگنے والا شکار جب ذرا سست ہو جاوے تو شکاری کے قابو میں آجاتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کرنے والا شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ توبہ کو ہمیشہ زندہ رکھو اور کبھی مردہ نہ ہونے دو۔ کیونکہ جس عضو سے کام لیا جاتا ہے وہی کام دے سکتا ہے اور جس کو بیکار چھوڑ دیا جاوے پھر وہ ہمیشہ کے واسطے ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح توبہ کو بھی متحرک رکھو تا کہ وہ بیکار نہ ہو جاوے۔ اگر تم نے سچی توبہ نہیں کی تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو پتھر پر بویا جاتا ہے اور اگر وہ سچی توبہ ہے تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو عمدہ زمین میں بویا گیا ہے اور اپنے وقت پر پھل لاتا ہے۔ آج کل اس توبہ میں بڑی بڑی مشکلات ہیں“۔ کیونکہ دنیا کی لالچیں دنیا کی لذت سانسے ہوتی ہیں۔

فرمایا: ”ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہیں۔ نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوق الہی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو، بچو“۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 303۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن)

اللہ کرے کہ ہم اس سچی توبہ کرنے والوں میں شامل ہوں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں۔ رمضان سے وابستہ تمام برکات جو ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان کو حاصل کرنے والا بنائے۔

اس وقت میں نماز جمعہ کے بعد تین جنازے غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا جنازہ جو ہے وہ نوابشاہ کے رہنے والے ہمارے مکرم محمد امتیاز احمد صاحب ابن مشتاق احمد صاحب طاہر ہیں جن کو 14 جولائی کو شہید کر دیا

گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ ان کی عمر تقریباً 39 سال تھی۔ کہتے ہیں کہ شام کو ساڑھے چار بجے کچھ نامعلوم موٹر سائیکل سوار ان کی دوکان پر آئے اور ان کو گولی مار کر شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ تفصیلات کے مطابق محمد امتیاز احمد صاحب نوابشاہ شہر کے ٹرنک بازار میں واقع اپنی دوکان کے باہر کھڑے تھے کہ موٹر سائیکل پر دو نامعلوم سوار آئے اور ان پر فائرنگ کر کے فرار ہو گئے۔ فائرنگ کے نتیجے میں انہیں تین گولیاں لگیں۔ دو گولیاں ان کے سر پر دائیں طرف لگیں اور بائیں طرف کان کے نیچے سے آ رہی ہو گئیں جبکہ تیسری گولی ان کے ہاتھ پر لگی۔ بہر حال موقع پر شہادت ہو گئی اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

نوابشاہ میں مذہبی منافرت کی وجہ سے اب تک یہ نویں شہادت ہے اور گزشتہ ایک دو سال میں یہاں زیادہ شہادتیں ہوئی ہیں۔ اس واقعہ سے دو تین دن پہلے شہید مرحوم کو ایک قریبی دکاندار نے بتایا بھی تھا کہ بعض مخالفین آپ کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ احتیاط جتنی مرضی کرو باہر تو بہر حال نکلنا ہی ہوتا ہے اور دشمنوں کو موقع مل جاتا ہے۔ شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ 1935ء میں ان کے دادا مکرم سیٹھ محمد دین صاحب آف امرتسر کے ذریعہ سے ہوا تھا جنہوں نے نعمت اللہ خان صاحب وزیر آباد کے ذریعہ سے بیعت کی تھی۔

1947ء میں یہ امرتسر انڈیا سے نوابشاہ پاکستان میں شفٹ ہو گئے۔ 1975ء میں شہید پیدا ہوئے تھے۔ پھر F.Sc. کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے والد کے کاروبار میں مصروف ہو گئے۔ جماعتی خدمات کافی کرتے تھے۔ شہادت کے وقت یہ بطور صدر جماعت حلقہ محمود ہال تھے۔ شہر کے سیکرٹری تحریک جدید، سیکرٹری اصلاح و ارشاد شہر اور ذیلی تنظیم میں نوابشاہ شہر کے قائد خدام الاحمدیہ تھے۔ ناظم اصلاح و ارشاد علاقہ اور ضلع تھے۔ ناظم تحریک جدید ضلع تھے۔ ماضی میں یہ سیکرٹری وقف جدید، سیکرٹری ضیافت بھی رہ چکے ہیں، سیکرٹری دعوت الی اللہ بھی رہ چکے ہیں۔ جماعتی خدمات کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ جو بھی کام سپرد کیا جاتا بڑی خوش اسلوبی سے اس کو سرانجام دیتے۔ کبھی انکار نہیں کیا۔ بہت مہمان نواز تھے۔ مرکزی مہمانوں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ سادہ طبیعت کے مالک۔ خلافت سے انتہائی محبت اور اطاعت کا تعلق تھا۔ اطاعت کا غیر معمولی جذبہ رکھتے تھے۔ پنجوقتہ نمازی اور تہجد گزار تھے۔ بڑا دھیما مزاج تھا۔ ہمیشہ نرم لہجے میں بات کرتے۔ ان میں ہمیشہ معاف کرنے کی صفت تھی۔ گزشتہ سال قادیان کے جلسہ میں بھی شامل ہوئے تھے۔ شہادت کے روز رمضان المبارک کے سلسلے میں ذاتی طور پر مستحقین کے لئے راشن کے پیکٹ خود تیار کر کے دوپہر تک تقریباً سات گھروں میں تقسیم کر کے آئے تھے اور جب واپس پہنچے ہیں تو وہاں ان نامعلوم حملہ آوروں نے، بد بختوں نے حملہ کیا اور آپ کو شہید کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے

فضل سے موصی تھے اور سیٹھ محمد یوسف صاحب شہید جو سابق امیر ضلع نوابشاہ تھے ان کے بھتیجے تھے۔ ان کے والد مشتاق احمد صاحب بھی زندہ حیات ہیں۔ لواحقین میں ان کی اہلیہ نبیلہ امتیاز صاحبہ ہیں تین بیٹے جاذب عمر دس سال، عبدالباسط عمر نو سال، محمد عبداللہ عمر سات ماہ۔

دوسرا جنازہ مکرم نصیر احمد انجم صاحب واقف زندگی کا ہے جو جامعہ احمدیہ ربوہ میں استاد تھے۔ 1981ء میں انہوں نے میٹرک کا امتحان دیا۔ اس کے بعد زندگی وقف کی اور جامعہ میں پڑھائی کے لئے تشریف لے آئے۔ جامعہ میں آپ نے بی اے کیا۔ جامعہ سے فارغ ہوئے تو پھر ایم اے عربی کیا۔ رشین زبان میں بھی ان کو جماعت کی طرف سے کورس کروایا گیا۔ 1988ء میں جامعہ سے شاہد کی ڈگری لینے کے بعد میدان عمل میں آئے اور مختلف جماعتوں میں رہے۔ 1990ء میں موازنہ مذاہب کے تخصص کے لئے ربوہ بلا یا گیا اور تخصص کے دوران ہی آپ نے جامعہ احمدیہ میں بطور استاد پڑھانا شروع کیا اور باقاعدہ طور پر 18 جولائی 1999ء کو آپ مستقل طور پر استاد موازنہ مذاہب مقرر ہوئے اور تادم آخراسی ذمہ داری کو باحسن نبھاتے رہے۔ جامعہ سے پاس ہونے کے بعد خدمت کا عرصہ تقریباً چھبیس سال ہے اور باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جوان مریمان میں تھے، علماء میں تھے، موازنہ مذاہب میں آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک اتھارٹی تھے۔ بڑا علم تھا۔ بڑا گہرا علم تھا۔ جامعہ میں تدریس کے علاوہ آپ کو مختلف شعبہ جات میں خدمت کی توفیق ملی۔ قضا کے ان ابتدائی نمائندگان میں سے تھے جنہیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے مقرر فرمایا تھا اور آخر تک یہ رہے۔ مجلس افتاء اور ریسرچ سیل کے ممبر بھی تھے۔ خدام الاحمدیہ میں مختلف عہدوں پہ آپ نے خدمات انجام دیں۔ پھر ان کی ایک خوبی گھر والے بتاتے ہیں یہ تھی کہ نظام جماعت کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر اپنے بچوں میں سے بھی کوئی کسی عہدیدار کے خلاف بات کرتا تو اس کو سمجھاتے اور اگر کوئی شخص کسی جماعتی فیصلے یا شخصیت کے خلاف بات کرنے کی کوشش کرتا تو اس کو بھی بڑی حکمت سے سمجھا دیتے۔ جلسہ سالانہ یو کے میں بھی ان کو شمولیت کی سعادت ملی اور غالباً جلسہ سالانہ 2010ء میں انہوں نے یہاں تقریر بھی کی تھی۔ اور اس دفعہ بھی انہوں نے مجھے لکھا تھا کہ میں نے اپلائی کیا ہوا ہے۔ اللہ کرے ویزہ مل جائے پھر ربچیکٹ ہو گیا پھر دوبارہ اپلائی کیا۔ خلافت کے ساتھ ان کو غیر معمولی تعلق اور پیار تھا اور حقیقی سلطان نصیر میں شامل تھے۔ تبلیغ کا بڑا شوق تھا۔ ہر جگہ مجلس میں جاتے تھے اور ان کو تبلیغی میدان میں بھی بڑا عبور تھا۔ لوگوں کو پڑھے لکھوں کو بھی بڑے دلائل سے قائل کر لیا کرتے تھے۔ ان کی بیٹی خدیجہ ماہم نے لکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے والہانہ عشق تھا اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

پڑھنے پر بہت زور دیتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کی لغت لکھ رہے تھے اور یہ فکر مند رہتے تھے کہ یہ قیمتی خزانہ لوگوں تک پہنچ جائے۔ مشکل الفاظ کی ڈکشنری لکھ رہے تھے تاکہ لوگ حضور علیہ السلام کی کتب سے مستفیض ہو سکیں۔ اس کام کا آپ نے ابھی آغاز ہی کیا تھا۔ مبشر ایاز صاحب نے بھی لکھا کہ اچھے مقرر تھے۔ راہ ہدیٰ میں بھی اور ایم ٹی اے کے متعدد پروگراموں میں شامل ہوتے اور بڑے مدلل جواب دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے، ان کے درجات بلند کرے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ایسے عالم باعمل جماعت کو اللہ تعالیٰ اور بھی عطا فرمائے۔

تیسرا جنازہ مکرم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کا ہے جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے اور حضرت ام ناصر کے بیٹے تھے۔ ان کی وفات گزشتہ سوموار کو ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ آپ نے 1944ء میں میٹرک پاس کیا۔ پھر حضرت مصلح موعود کی خواہش پر ایگریکلچر کالج میں داخل ہو گئے۔ پھر دارالضیافت کی ابتدائی کچی عمارت جو مسجد مبارک کے سامنے تھی اس کا انتظام حضرت مصلح موعود نے ان کے سپرد کیا۔ موجودہ دارالضیافت کی ابتدائی تعمیر بھی آپ کے دور میں ہوئی۔ 82ء 83ء تک افسر لنگر خانہ کی حیثیت سے خدمات بجا لاتے رہے۔ پھر بطور نائب ناظر امور عامہ خدمت کی توفیق ملی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنی زمینوں کی نگرانی بھی ان کے سپرد کی۔ ان کی شادی صاحبزادی صبیحہ بیگم صاحبہ بنت مکرم مرزا رشید احمد صاحب ابن حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے ساتھ ہوئی۔ ان کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ اپنے پوتوں کی شادی میں حضرت اماں جان نے جو شرکت فرمائی ان میں سے ان کی شادی آخری تھی جس میں حضرت اماں جان شامل ہوئیں تھیں۔ ڈاکٹر نوری صاحب لکھتے ہیں کہ گزشتہ تین دہائیوں سے مجھے ان کی خدمت کا موقع ملا۔ بہت شریف مہمان نواز اور پیار کرنے والے وجود تھے۔ مہمان نوازی تو آپ کا بڑا اچھا بڑا نمایاں وصف تھا اور ایک یہ بھی نمایاں خوبی تھی کہ حس مزاح بہت تھا اور اپنی مجلس میں لوگوں سے مذاق کیا کرتے تھے اور کبھی پریشان مجلس میں بھی اپنے مزاح کی وجہ سے جان پیدا کر دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر نوری صاحب لکھتے ہیں کہ غریب اور نادار مرلیضوں کی امداد کے لئے طاہر ہارٹ میں اکثر آتے تھے اور مجھے رقم دے کے جایا کرتے تھے۔ ہماری والدہ کے بھائی تھے۔ ان کا خاص تعلق تھا۔ ویسے تو ہر بھائی کا ہوتا ہے لیکن ان کا خاص تھا۔ ہمارے گھر میں بہت زیادہ آنا جانا تھا اور اس تعلق کو قائم رکھا اور پھر خلافت کے بعد مجھ سے بھی انہوں نے بڑا تعلق رکھا۔ اکثر یہاں فون کر کے بھی اس تعلق کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی خلافت سے وفا کا تعلق قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کی اہلیہ بھی کافی بیمار ہیں اللہ تعالیٰ ان پر بھی رحم اور فضل

فرمائے۔ جیسا کہ میں نے کہا نماز جمعہ کے بعد یہ جنازے میں ادا کروں گا۔